سیر و سیاحت اور شرعی تعلیمات

تحریر

مفتی عبید الرحمان صاحب

رئیس دارالافتاء والارشاد، مردان

مکتبہ دارالتقوی، مردان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیر وسیاحت اور شرعی تعلیمات

سیاحت: مفہوم اور نوعیت

"سیاحت" کا لفظ اردو اور عربی دونوں زبانوں میں استعمال ہوتا ہے، سیر وتفریح کے لئے گھر بار سے نکل کر کسی قابل تفریح جگہ جانے کے لئے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے، اس کے قریب قریب لفظ "سفر" ہے لیکن اس میں عموم زیادہ ہے، چنانچہ سفر کا سیر وتفریح کے لئے ہی ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ علم وتعلیم، عبادت وثواب اور کسب وتجارت وغیرہ مقاصد کے لئے بھی سفر اختیار کیا جاسکتا ہے۔

"سیاحت" اگر چہ متمدن زندگی کی گھٹی میں پڑی ہے اور انسان بہت پہلے سے اس کا مشتاق اور عادی رہا ہے لیکن عصر حاضر میں اس "سیاحت" نے غیر معمولی اہمیت اختیار کر رکھی ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بیشتر ممالک میں اس کے لئے مختلف محکمہ جات اور وزارتیں قائم کی جاتی ہیں جن پر بہت مال خرچ کیا جاتا ہے اور خود اس کو بھی حکومت کے لئے ایک ذریعہ آمدنی خیال کیا جاتا ہے۔

سیاحت اور شرعی مزاج

ایک سچے اور کامل مسلمان کا کام صرف یہی نہیں ہے کہ وہ جائز اور ناجائز کام معلوم کرلے اور پھر ہر جائز کام کو بے خطر انجام دیتا رہے بلکہ اس کے ساتھ

ساتھ شرعی مزاج ومذاق کو بھی پیش نظر رکھنا ہوتا ہے، ہوسکتا ہے کہ کوئی چیز شرعی نقطہ نظر سے ناجائز نہ ہو لیکن اس کے باجود اس کا انجام دینا یا اس کو اپنی زندگی کے معمولات میں مستقل طور پر شامل کرنا شریعت کے نزدیک کچھ زیادہ پسندیدہ نہ ہو۔ "سیاحت" کا حال بھی کچھ ایسا ہی ہے کہ اگر یہ ان تمام شرعی مفاسد سے خالی ہو جن کا ذکر اس مضمون میں کیا جارہا ہے تو اگرچہ بذات خود ایسی سیاحت ناجائز نہیں ہے، تاہم شریعت اس کو کچھ زیادہ پسندیدگی کی نگاہ سے بھی نہیں دیکھتی۔

اس کی بڑی دلیل "سنن ابی داوَد" کی روایت ہے، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے سیاحت کی اجازت لینی چاہی کہ آپ ﷺ میرے لئے اس بات کی اجازت دیدے کہ میں سیر وسیاحت کرتا رہوں؟ آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

«إِنَّ سِيَاحَةَ أُمَّتِي الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ تَعَالَىٰ».[1]

ترجمہ: ''میری امت کی سیاحت اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے''۔

یہاں آپ ﷺ نے اجازت چاہنے والے کو سیاحت کرنے کی اجازت نہیں دی بلکہ اس کی توجہ ایک دوسرے عبادت کی جانب پھرائی اور تاکید کے ساتھ اس کو اپنی امت کی سیاحت قرار دیا کہ "میری امت کی سیاحت تو خدا تعالیٰ کے راستہ میں جہاد ہی ہے"۔ سیاحت کو جہاد میں منحصر فرمایا، اس انحصار سے واضح

---

[1] سنن أبي داؤد، كتاب الجهاد، باب في النهي عن السياحة، ج٣ص:٥.

ہو جاتا ہے کہ شریعت کی نظر میں "سیاحت کرنا" کچھ زیادہ پسندیدہ کام نہیں ہے، کسی کو ضروری کاموں کے علاوہ بھی کچھ فرصت ہو تو چاہئے کہ وہ عبادات میں لگ کر اپنی صلاحیتیں صرف کریں۔

سیاحت کا شرعی حکم

رہا یہ سوال کہ سیاحت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیاحت کرنا کوئی ایسا جچا تُلا معاملہ نہیں ہے جس کا کوئی ناپا تُلا طریقہ کار ہو اور سیاحت اسی طریقے کے مطابق ہو جایا کرے بلکہ سیاحت کرنے کے مقاصد واہداف بھی مختلف اور متعدد ہوتے ہیں اور اس کے انداز میں بھی جزوی لحاظ سے سینکڑوں فرق ہوتے ہیں، اس لئے سیاحت کی تمام شکلوں کو کسی ایک لگے بندھے حکم میں پرونا ممکن نہیں ہے۔

سیاحت کی تین صورتیں اوران کے شرعی احکام

ضابطہ کے طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ:

۱: اگر سیاحت کا مقصود جائز نہ ہو۔ مثال کے طور پر نامحرم خواتین کو دیکھنا، گانا گانا یا سننا، اس حد تک گپ شپ لگانا اور آوارہ گردی کرنا جس سے شرعی حدود پامال ہو جائیں، وغیرہ، تو ایسی سیاحت کرنا جائز نہیں ہے۔

۲: مقصود تو ناجائز نہ ہو لیکن معلوم ہو کہ سیاحت کی وجہ سے گناہ کا ارتکاب ہو ہی جائے گا، ایسی صورت میں بھی سیاحت کرنا جائز نہیں ہے۔ مثال کے طور پر کسی جائز مقصد کے لئے سیاحت کرنے کا ارادہ ہے لیکن جانا ایسی جگہ ہے جہاں ضرور بد نظری ہو جائے گی، گانا گانے / سننے کی نوبت

آئے گی، نماز قضاء کرنے کی نوبت آئے گی، نظریاتی بگاڑ پیدا ہو جائے گا، مال و دولت کی غیر معمولی حرص و محبت پیدا ہو جائے گی، کسی ناجائز کام کا ضرور ارتکاب کیا جائے گا یا ان کی تائید کی جائے گی، وغیرہ۔

۳: سیاحت کرنے کا مقصود بھی درست ہو اور عملی طور پر بھی اس میں کسی گناہ و معصیت کے ارتکاب کرنے کا اندیشہ نہ ہو تو ایسی سیاحت کرنا شرعاً درست ہے، پھر جس درجے کا مقصود ہو گا، اسی درجے کا حکم مرتّب ہو گا، چنانچہ مقصود ایسا ہو جو شرعی نقطہ نظر سے صرف مباح ہو تو ایسی سیاحت بھی صرف مباح ہو گی اور اگر مقصود ایسا ہو جو شرعی نقطہ نظر سے مستحسن ہو تو ایسی سیاحت بھی مستحسن ہو گی۔

مثال کے طور پر کوئی شخص یوں ہی کسی عجیب / حسین جگہ دیکھنے جائے تو مباح ہے، کوئی شخص وہاں دینی دعوت کے جذبے سے جائے کہ وہاں زبان سے یا اپنے عمل و کردار سے لوگوں کو نماز وغیرہ کی دعوت دیدے تو ایسا کرنا مستحسن اور مندوب ہے۔

سیاحت کے لئے کفریہ ممالک جانا

بہت سے لوگ سیر و سیاحت کے لئے ایسے ممالک جاتے ہیں جہاں کا زمامِ اقتدار کافروں کے ہاتھ میں ہوتا ہے، ایسے ممالک بلا شبہ شرعی لحاظ سے "دار الحرب" کہلاتی ہیں، جہاں عام حالات میں مسلمانوں کا جانا درست نہیں ہوتا، تجارت اور دعوت وغیرہ مقاصد کے لئے بعض صورتوں میں جانا درست ہے لیکن اس کے لئے کچھ شرائط ہوتی ہیں جن کے بغیر ایسا اقدام کرنا شرعاً بھی درست

نہیں ہوتا اور عقل ودانش کے مطابق بھی ایسا کرنا قرینِ دانشمندی نہیں ہوتا، جبکہ سیاحت کے لئے جانے والوں میں عام طور پر وہ شرائط مفقود ہوتی ہیں۔

معذّب اقوام کی جگہوں کا سیر کرنا

شوقِ سیاحت کی وجہ سے بہت سے لوگ گزشتہ لوگوں میں سے ایسے قوموں کی علاقوں میں بھی جاتے ہیں جو اپنے اپنے اوقات میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے دوچار ہو چکے ہیں، حالانکہ ایسے لوگوں کے کھنڈرات میں سیر و تفریح کے لئے جانا درست نہیں ہے، احادیث مبارکہ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ عذاب یافتہ لوگوں کی رہائش گاہوں میں روتے ہوئے ہی جایا جائے، "صحیح بخاری" میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ (غزوہ تبوک کے موقع پر) جب قوم ثمود کے علاقے "حجر" پہنچے تو ارشاد فرمایا:

«لاَ تَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ، أَنْ يُصِيبَكُمْ مَا أَصَابَهُمْ» .[١]

ترجمہ: "جن لوگوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہیں تم ان کے مکانات میں رونے کی حالت میں داخل ہو جاؤ اس ڈر کی وجہ سے کہ کہیں تمہیں بھی ان کی طرح عذاب نہ گھیر لے"۔

یہ کہہ کر آپ ﷺ نے اپنے آپ کو ڈھانپ لیا۔

---

[١] صحيح البخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالىٰ وإلى ثمود اخاهم صالحا، ج٤ص:١٤٩.

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ایسے جگہوں پر محض سیر و تفریح کی نیت سے جانا درست نہیں ہے، صرف سنجیدہ طور پر عبرت و نصیحت کی نیت ہی سے جایا جا سکتا ہے۔

تفریحی مقامات / مواقع پر عام طور پر پائے جانے والے دس منکرات

اس وقت حکومت و سلطنت میں چونکہ دین نہیں ہے، کوئی ایسا بااختیار ادارہ بھی نہیں ہے جو دین کی تعلیمات اوراس کے عملی نفاذ پر سنجیدگی اور اخلاص ومتانت کے ساتھ نظر رکھتا ہو اور حقیقی معنی میں پوری زمین پر دینی تعلیمات نافذ کرنا چاہتا ہو، اس لئے زندگی کے تقریباً تمام تر شعبوں کو متعدد گناہوں اور منکرات نے آگھیرا ہے، سیاحت و تفریح کا شعبہ بھی ایسا ہی ہے بلکہ یہاں تو دیگر شعبوں کی بنسبت کچھ زیادہ ہی بگاڑ نظر آتا ہے۔ ذیل میں نمونے کے طور پر چند وہ گناہ لکھے جاتے ہیں جو سیر و تفریح کے مواقع پر عام طور پر پیش آتے ہیں:

۱،۲: بد نظری اور بے حیائی ۔ تفریح کے تمام تر اہم مقامات پر ایسی خواتین آتی ہیں جو شرعی پردہ سے بالکل ہی محروم ہوتی ہیں، اور نہ

صرف یہ کہ پردہ نہیں ہوتا بلکہ زیب وزینت کا پوری طرح اہتمام کرکے ایسے مواقع پر حاضر ہوتی ہیں، تفریحی تقاضا پورا کرنے کے لئے ایسی عورتیں طرح طرح کی بے حیائیاں کرتی رہتی ہیں، مردوں کی طرف سے بھی بد نظری کی نوبت آہی جاتی ہے۔

۳و۴: گانا بجانا / سننا۔ بیشتر جگہوں پر گانا گانے اور سننے کی نوبت آجاتی ہے، حالانکہ یہ ایک طرف اگر گناہ و مذموم ہے تو دوسری طرف اس سے دل میں

نفاق بھی پیدا ہوتا ہے اور شہوت کا مادہ بھی بڑھتا ہے جس کی وجہ سے بے حیائی اور بد نظری کو فروغ ملتا ہے بلکہ بعض جگہ اس سے بڑھ کر زبان، ہاتھ اور دیگر اعضاء وجوارح بھی فحش وگناہ کے شکار ہو جاتے ہیں۔

۵و۶: تصویر سازی اور تصویر بینی۔ جاندار چیزوں کی تصویر سازی وہ ملعون گناہ ہے جو اس قدر معاشرے میں رائج ہے کہ اب اس کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا، تفریحی مقامات پر تصویر سازی کا یہ گناہ بھی دہرایا جاتا ہے اور ساتھ کچھ ناجائز تصاویر کو بھی لذت اندوزی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

۷: اسراف و تبذیر۔ تفریح کے عام طور پر دور دراز مقامات کی سیر کرنی پڑتی ہے اور وہاں پر تعیش اقدامات اٹھائے جاتے ہیں، اس میں اسراف اور تبذیر سے کام لیا جاتا ہے، چنانچہ بعض اوقات تو بالکل فضول اور لایعنی قسم کے کاموں میں مال ورقم صرف کیا جاتا ہے اور بعض اوقات مباح امور میں اس قدر مال صرف کیا جاتا ہے کہ محتاج بننے کا اندیشہ ہو جاتا ہے۔

۸: فخر و کبر۔ تکبر، خود پسندی اور ان کی بنیاد پر وجود میں آنے والا فخر، یہ سب چیزیں یوں تو ایسی نوعیت کی حامل ہیں کہ ظاہری آنکھوں سے ان کو معلوم نہیں کیا جاسکتا، تاہم مختلف حرکات وسکنات سے تجربہ کار شخص اور بابصیرت انسان کو ان کا اچھی طرح احساس ہو جاتا ہے اور نہ بھی ہو تو بھی تفریحی مواقع میں یہ چیزیں انسان کو لاحق ہو ہی جاتی ہیں جبکہ ان سے بچنے بچانے کی فکر نہ ہو۔

۹: دنیا کی محبت کا باعث ہونا۔ دنیا کی محبت اس وقت اگرچہ ایک ایسی ہنر مندی کی حیثیت اختیار کرگئی ہے کہ جس سے غافل یاخالی رہنا عیب

سمجھا جاتا ہے، تاہم شرعی اور عقلی لحاظ سے یہ تقریباً سب خرابیوں اور برائیوں کی جڑ ہے، قرآن وحدیث میں مختلف طریقوں سے اس کی بھرپور مذمت فرمائی گئی ہے۔

تفریحی مقامات / مواقع پر عام لوگ عبرت ونصیحت کی آنکھیں لے کر نہیں جاتے بلکہ شوق تفریح پورا کرنا ہی مقصود ہوتا ہے، دوسری طرف شرعی تعلیمات سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ان کو "حبّ دنیا" کی شرعی حیثیت کا علم نہیں ہوتا، جبکہ تفریحی مقامات کی وضع ہی عام طور پر ایسی ہوتی ہے کہ دل اس سے نبھ جاتا ہے، ایک تو اس جگہ کا محل وقوع ایسا ہوتا ہے اور ایک وہاں آنے والے لوگ طرح طرح کے زیب وزینت کا اظہار کرکے آتے ہیں، ان جیسی باتوں کی وجہ سے دل میں دنیا کی محبت اور اس کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کا شوق انگڑائیاں لینا شروع کرتا ہے جس کی وجہ سے جلد یا بدیر دسیوں خرابیوں اور گناہوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

احادیث مبارکہ میں اس بات کا کس قدر اہتمام کیا گیا ہے؟ اس کا اندازہ ایک روایت سے لگایا جاسکتا ہے، "صحیح بخاری" میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

«إِذَا نَظَرَ أَحَدُكُمْ إِلَى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِي المَالِ وَالخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُ».[١]

---

[١] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب لينظر إلى من هو أسفل منه ولا ينظر إلى من هو فوقه، ج٨ص:١٠٢.

ترجمہ:" جب تم میں سے کوئی کسی ایسے شخص کو دیکھے جس کو مال اور حُسن و جمال دیا گیا ہو تو اس کو چاہیے کہ اس سے کم تر درجے والے شخص کی طرف نظر کرے"۔

دنیوی مال ودولت اور حسن وجمال وغیرہ جہاں زیادہ محسوس ہوتا ہے، وہاں دیکھنے کا عام طور پر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دل میں ان چیزوں کو حاصل کرنے اور متعلقہ شخص سے ان باتوں میں بڑھنے کا جذبہ جنم لیتا ہے، بعض اوقات اس کے ساتھ حسد اور بغض کے نفسیات بھی پیدا ہو جاتے ہیں، اس لئے ایسے موقع پر فوری تدبیر اور علاج کی ضرورت پڑتی ہے، اور اس کا بہترین و آسان علاج وہی ہے جو اس روایت میں بیان فرمایا گیا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

قال ابن جرير وغيره هذا حديث جامع لأنواع من الخير لأن الإنسان إذا رأىٰ من فضل عليه في الدنيا طلبت نفسه مثل ذلك واستصغر ما عنده من نعمة الله تعالىٰ وحرص علىٰ الازدياد ليلحق بذلك أو يقاربه هذا هو الموجود في غالب الناس وأما إذا نظر في أمور الدنيا إلىٰ من هو دونه فيها ظهرت له نعمة الله تعالىٰ عليه فشكرها وتواضع وفعل فيه الخير.[1]

ترجمہ:" علامہ ابن جریرؒ اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نیکی و بھلائی کے کئی اقسام کو شامل ہیں اس لئے کہ جب انسان کسی ایسے شخص کو دیکھتا ہے جس کو

---

[1] شرح النووي على مسلم، كتاب الزهد، ج١٨ص:٩٧.

دنیاوی اعتبار سے کچھ فضیلت حاصل ہو تو وہ اسی طرح کی فضیلت چاہنے لگتا ہے اور اللہ کی دی ہوئی نعمت کو کم تر سمجھنے لگتا ہے اور زیادہ کی حرص کرتا ہے تاکہ اس شخص کی طرح یا اس کے قریب قریب ہو جائے اور یہ بات اکثر لوگوں میں موجود ہے۔ اور جب دنیاوی امور میں اپنے سے کم تر درجے والے کو دیکھے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ظاہر ہو جائیں گے تو ان پر شکر کرے گا اور تواضع اختیار کرے گا اور اس میں نیکی وبھلائی اختیار کرے گا"۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

في هذا الحديث دواء الداء لأن الشخص إذا نظر إلى من هو فوقه لم يأمن أن يؤثر ذلك فيه حسدا ودواؤه أن ينظر إلى من هو أسفل منه ليكون ذلك داعيا إلى الشكر.[1]

ترجمہ: "یہ حدیث بیماری کا علاج ہے اس لئے کہ جب انسان اپنے سے اوپر درجے والے کو دیکھتا ہے تو یہ چیز اسے حسد میں مبتلا کر دیتی ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ آدمی اپنے سے کم تر درجے والے کو دیکھے تو یہ اس کے لئے شکر ادا کرنے کا ذریعہ بنے گا"۔

١٠: نماز فوت کرنا۔ تفریح کے مواقع میں پائے جانے والے گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ایسے مواقع میں بروقت نماز پڑھنے سے غفلت برتی جاتی ہے، کوئی زیادہ ہی نیک ہو تو بھی باجماعت مسجد میں نماز پڑھنے کی توفیق بہت ہی کم نصیب ہوتی ہے، حالانکہ یہ بات کس مسلمان سے پوشیدہ رہ سکتی ہے کہ اسلام میں نماز پڑھنے کی حیثیت کیا ہے؟ باجماعت پڑھنے کی اہمیت بھی محتاج بیان

---

[1] فتح الباري لابن حجر، كتاب الرقاق، باب من هم بحسنة أو بسيئة، ج١١ص:٣٢٣.

نہیں ہے، جماعت بعض فقہائے کرام کے نزدیک واجب جبکہ بعض کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے جو حکم کے لحاظ سے واجب کے قریب قریب ہوتا ہے۔ سیاحت وتفریح کے مواقع پر آتے جاتے وقت عام طور پر نماز یا جماعت فوت ہو جاتی ہے یا تفریح کی جگہ میں رہتے ہوئے ایسی مذموم غفلت اختیار کی جاتی ہے۔

گناہوں کے مواقع میں کھودنے کا حکم

ایسے مواقع پر جب متعلقہ گناہوں اور منکرات کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو بہت سے لوگ یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ ہم ان گناہوں سے بچ کر یہ کام انجام دیں گے، ان کا گناہوں سے بچنے کا عزم وجذبہ قابلِ قدر ہے تاہم حقیقتِ حال یہ ہے کہ:

الف: رائج گناہوں سے بچنا ہر شخص کے لئے آسان نہیں ہے، اس کے لئے مضبوط ایمان ویقین کی ضرورت ہوتی ہے جو عام طور پر موجود نہیں ہوتی، اس لئے بہت سے لوگ بظاہر معصوم نیت کے باوجود بھی موقع پر گناہ کے شکار ہو جاتے ہیں۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کی "امداد الفتاویٰ" میں ہے:

" سوال (۲۵۰۷): نہایت ہی مؤدبانہ التجا ہے کہ آنخضرت بہت بہت امور دریافت طلب کے جواب سے احقر کو مطلع فرما کر ثواب دارین حاصل کریں گے، بندہ نے ایک جگہ آنجناب کے نسخہ میں پڑھا ہے، جس کا مطلب کمترین کو یہ معلوم ہوا ہے کہ آنخضرت ولایت کا جانا بُرا نہیں سمجھتے بشرطیکہ انسان حدود شرعی کے اندر رہے؟

الجواب: یہ واقعی ہے، مگر حدود کے اندر رہنا ہر شخص کی ہمّت نہیں؛ اس لئے ضعفاء کو علی الاطلاق منع کیا جاوے گا، جیسے وباء کے زمانہ میں کھیرا ککڑی ہر ایک کو مضر نہیں ہوتا، مگر ممانعت قانونی عام ہوتی ہے۔"[1]

ب: جن مواقع پر گناہوں کا اندیشہ ہو، خطرہ ہو کہ وہاں کھودنے کی صورت میں کسی گناہ کا ارتکاب کرنا ہی پڑے گا تو ایسے مواقع میں خود کھودنا ہی شرعاً درست نہیں ہے۔[2]

اخیر میں دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور پوری امت مرحومہ کو اپنے دین کی صحیح فہم بھی نصیب فرمائیں اور زندگی کے تمام تر شعبوں میں اس پر استقامت اور قبولیت کے ساتھ عمل پیرا ہونے کی بھی توفیق سعید نصیب فرمائیں۔

مفتی عبید الرحمن صاحب۔

رئیس دار الافتاء والارشاد، مردان۔

۱۵ ذی الحجہ ۴۵ھ

---

[1] امداد الفتاوی جدید ، لندن وغیرہ کی سیاحت کا حکم ،ج ۹ص: ۱۵۱.

[2] اس موضوع پر اس ناکارہ کا ایک طویل مضمون ہے جس میں اس بات کے دلائل بھی ذکر ہیں اور ساتھ ایسی عصری تطبیقی صورتوں کا بھی تذکرہ ہے، مزید تفصیل کے لئے اس کی طرف مراجعت کی جاسکتی ہے۔